اسلامی طرز زندگی میں حدیث وسنّت کی اہمیت: ایک علمی و تحقیقی جائزہ

The importance of *Hadith* and *Sunnah* in Islamic way of life: A research review

ڈاکٹر نسیم اختر*

حسن آراء**

عبدالحلیم عابد***

Abstract:

Muslim Ummah agrees that correct and authentic *Ahadith* are building over all the Muslims. Several verses of the Holy Quran commands sincere obedience of the Holy Prophet (peace be upon him) is obligatory and is a religious duty of a Muslim. The way of the obedience of the Holy Prophet (peace be upon him) is to follow his footsteps and his teachings. His correct *Ahadith* should be referred in resolving all sort of religious problems and his authentic *Ahadith* are secondary source of Islamic law after the Holy Quran, because our Holy Prophet (peace be upon him) is a central figure of Islam. In this research paper, in the light of the views of experienced lexicographers, the lexical and intellectual meanings of the *Sunnah* has been explained; and importance of *Hadith-o-Sunnah* has been explained to live the life in Islamic manner.

Keywords: Muslim, Hadith, Sunnah, Islam, life, importance, Islamic way, Prophet, Muhammad (peace be upon him)

تعارف:

ہر انسان کامیاب ہونا چاہتا ہے۔اور ہر انسان کی سعی و کوشش کا بنیادی مقصد ہی کامیابی کا حصول ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ جو خالق کائنات ہے۔وہ انسان کی ضروتوں کو جانتا ہے۔اس لیے اصل کامیابی وہ ہے جو اللہ رب العزت نے انسان کے لیے متعین کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، شہید بینظیر بھٹو ویمن یونیورسٹی، پشاور　khtr_nsm@yahoo.com

** پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، شہید بینظیر بھٹو ویمن یونیورسٹی، پشاور　naseebullah.khattak@yahoo.com

*** ڈپٹی منسٹر علومِ دین، کابل- افغانستان　abdulhalimabed12@gmail.com

کل نفس ذائقة الموت۔ وانما توفون اجورکم یوم القیمة۔ فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز۔ وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور [1] (ہر نفس چکھنے والا ہے موت کو۔ اور پوری مل کر رہے گی تمہیں تمہاری مزدوری قیامت کے دن پس جو شخص بچا لیا گیا آتش (دوزخ) سے اور داخل کیا گیا جنت میں وہ کامیاب ہو گیا۔ اور نہیں یہ دنیوی زندگی مگر سازو سامان دھوکے میں ڈالنے والا۔)

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اصل کامیابی آخرت کے دن آگ سے بچنا ہے۔ موت کے بعد ہر فرد کو اس امتحان سے گزرنا ہو گا اور وہیں کامیابی و ناکامی کا تعین ہو گا۔ اس دن کی کامیابی حقیقی کامیابی اور دائمی کامیابی ہو گی اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا۔ اس کامیابی کے حصول کا طریقہ کار کیا ہو گا۔ ارشاد فرمایا:

من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزا عظیما [2] (جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وہ بڑی مراد کو پہنچا۔)

اللہ تعالیٰ نے کامیابی کا معیار اپنی اور رسول ﷺ کی اطاعت کو قرار دیا ہے۔ کامیابی کا معیار اللہ تعالیٰ کے احکامات یعنی قرآن مجید اور حضور نبی کریم ﷺ کے طریقے یعنی سنّت نبوی ﷺ ہے۔ ایمان کی بنیاد لا الہ الا اللہ اور اس کی تکمیل محمد رسول اللہ سے ہوتی ہے۔ قانونی اور شرعی لحاظ سے ایمان باللہ پہلے اور ایمان بالرسل بعد میں ہے۔ لیکن عملا ایمان بالرسل پہلے ہے۔ اور ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت بعد میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے بتایا کہ اللہ ایک ہے ہم نے یقین کر لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایاہے: ہم نے تسلیم کر لیا۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کتاب قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ قرآن مجید پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس پر ہم ایمان نہیں لاتے۔ تو پھر اس کے ساتھ تو وہی سلوک ہونا چاہیے جس کے متعلق ڈاکٹر حمید اللہ بیان کرتے ہیں:

"فرض کیجیے کہ آج رسول اللہ ﷺ زندہ ہوں اور کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کرے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر یہ جاہل شخص اگر کہے کہ یہ تو قرآن ہے۔ خدا کا کلام ہے۔ میں اسے مانتا ہوں مگر یہ آپ کا کلام ہے اور یہ حدیث ہے یہ میرے لیے واجب التعمیل نہیں ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کھینچ کر کہیں گے۔ فوراہی اس شخص کو امت سے خارج قرار دے دیا جائے گا۔ اور غالبا اگر حضرت عمرؓ وہاں موجود ہوں تو اپنی تلوار یا رسول اللہ ﷺ اجازت دیجیے کہ میں اس کافر و مرتد کا سر قلم کر دوں۔ "[3]

حدیث وسنّت کی اہمیت پر مزید غور کرنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ حدیث وسنّت کے مفہوم کو سمجھا جائے۔

حدیث وسنّت کا مفہوم:

حدیث کے متعلق علامہ زبیدی تاج العروس لکھتے ہیں: الحدیث: الخبر، فهما مترادفان، یاتی علی القلیل والکثیر (کالحدیثی) تقول: سمعت حدیثی حسنة، مثل خطبئی، ای حدیثا۔ ج احادیث)۔ وقیل: احادیث جمع احدوثه، کما قاله الفراء وغیره، وقیل: بل جمع (الحدیث) احدثة، علی افعلة[4]

مولانا خلیل الرحمٰن چشتی حدیث کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حدیث کے لغوی معنی جدید یا نئی چیز ہے۔

حدیث کا اصطلاحی معنیٰ: اصطلاح کی حیثیت سے حدیث سے مراد ہر وہ خبر ہے جو رسول اللہ ﷺ سے منسوب کی گئی ہو۔ جو رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل یا تقریر پر مبنی ہو۔ حدیث کی جمع مکسر احادیث ہے۔

نوعیت کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں: حدیث قولی، حدیث فعلی، حدیث تقریری[5] ۔

القاموس الوحید میں وحید الزماں کیرانوی لکھتے ہیں:

الحدیث: نیاج: حداث و حدثائ۔ ا۔ بات، کلام، گفتگو، خبر، روایت، کہانی، مضمون ۲۔ نبی ﷺ کا کلام ۳۔ اصطلاح محدثین میں ہر وہ قول یا فعل یا تقریر جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو۔ تقریر وہ قول اور فعل جس پر رسول اللہ ﷺ نے سکوت فرمایا اور اس پر نکیر نہیں فرمائی۔[6]

قرآن مجید میں حدیث کا لفظ کن کن معنوں میں استعمال ہوا اس کے متعلق حسین بن محمد الدامغانی قاموس القرآن میں لکھتے ہیں:

حدث: الخبر، القول، القرآن، القصص، العبرة

"فوجه منها: الحدیث الخبر۔ قوله تعالیٰ فی سورة البقرة "قالوا اتحدثونهم بما فتح الله علیکم" ای تخبرونهم بما فتح الله علیکم۔

الثانی: الحدیث القول، قوله تعالیٰ فی سورة النساء "ومن اصدق من الله حدیثا" یعنی قولا۔ کقوله تعالیٰ فی سورة التحریم، واذا اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا "یعنی کلاما"۔

الثالث: الحدیث القرآن: قوله تعالیٰ فی سورة الطور "فلیاتوا بحدیث مثله" یعنی بقرآن مثله۔ کقوله تعالیٰ فی سورة المرسلات، فبای حدیث بعده یؤمنون" ای بای کتاب بعد کتاب الله"۔

الرابع: الحدیث القصة۔ قوله تعالیٰ فی سورة الزمر "الله نزل احسن الحدیث کتابا" یعنی احسن القصص۔

الخامس: الحدیث العبرة۔ قوله تعالیٰ فی سورة سبا "وجعلنا هم احادیث" یعنی عبرا بعدهم یتحدث بها من

بعدهم لانه لم يبق منهم احد۔" [7]

سنّت کی تحقیق کے متعلق ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

سنّت: سنت لغوی اعتبار سے اس راستے کو کہتے ہیں جو متواتر چلنے کی وجہ سے صاف اور واضح ہو گیا ہو جسے طریق معبد بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سے مراد سیرت اور طریقہ ہے خواہ اچھا ہو یا برا[8]۔

مولانا وحید الزماں کیرانوی القاموس الوحید میں لکھتے ہیں:

السنّۃ: ا۔ طریقہ خاص، ضابطہ ۲۔ سیرت (اچھی ہو یا بری) ۳۔ فطرت، ۴۔ عادت، ۵۔ چہرہ ۶۔ صورت، شکل ۷۔ شرعا وہ پسندیدہ عمل جو نہ فرض ہو نہ واجب۔

سنّۃ اللہ: مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم۔

سنّۃ النبی ﷺ: رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب قول، فعل اور تقریر (تقریر یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی فعل کیا گیا یا کہا گیا تو آپ ﷺ نے اس پر سکوت فرمایا گویا اسے صحیح قرار دے دیا[9]۔

علامہ راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں:

سنن کا لفظ سنّۃ کی جمع ہے اور سنّۃ الوجہ کے معنی دائرہ رو کے ہیں اور سنّۃ النبی سے مراد آنحضرت ﷺ کا وہ طریقہ ہے جسے آپ ﷺ اختیار فرماتے تھے۔ اور سنّۃ اللہ سے مراد حق تعالیٰ کی حکمت اور اطاعت کا طریقہ مراد ہوتا ہے جیسے فرمایا:

"سنّة الله التی قد خلت من قبل و لن تجد لسنّة الله تبديلا[10] (یہی خدا کی عادت ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے اور تم خدا کی عادت کبھی بدلتی نہ دیکھوگے۔) "۔۔۔ اور خدا کے طریقے میں کبھی تغیر نہ دیکھوگے۔"[11]

حدیث اور سنت میں فرق:

سنّت اور حدیث کے متعلق ڈاکٹر خالد محمود غازی لکھتے ہیں:

حدیث اور سنت دو مشہور اصطلاحات ہیں۔ قرآن مجید میں سنت کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے اور حدیث کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ حدیث پاک میں حدیث کا لفظ بھی آیا اور سنت کا لفظ بھی آیا ہے۔ حدیث اور سنت کے بارے میں علماء کے ایک گروہ کی رائے تو یہ ہے کہ یہ دونوں بالکل ایک مفہوم میں ہیں۔ جو حدیث ہے وہ سنت ہے اور جو سنت ہے وہ حدیث ہے۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ایک بڑی تعداد کی رائے یہ ہے۔

کچھ اور حضرات کا کہنا ہے کہ حدیث ایک عام چیز ہے اور سنت خاص ہے اور اس کا ایک حصہ ہے۔ حدیث تو ہر وہ چیز

جو رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ سے منسوب ہو گئی جس میں ضعیف احادیث بھی شامل ہیں اور موضوع احادیث بھی شامل ہیں۔ منکر اور شاذ احادیث بھی شامل ہیں۔ اور سنت سے مراد وہ طریقہ ہے جو احادیث صحیحہ کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کا طے کیا ہوا طریقہ ہے جو آپ ﷺ نے اپنی امت کو سکھایا، جو قرآن پاک کے منشا اور معانی کی تفسیر و تشریح کرتا ہے۔ اور جو دنیا میں قرآن پاک کے لائے نظام کی عملی تشکیل کرتا ہے۔ اس طریقہ خاص کا نام سنت ہے[12]۔

مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ حدیث اور سنّت دراصل رسول اکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے۔ یہی راستہ ہی کامیابی کی دلیل ہے۔ اسلامی طرز زندگی میں حدیث وسنّت کی ضروت و اہمیت کو سمجھنے کے لیے شارح قرآن حضور اقدس ﷺ کے مقام و مرتبے کو جاننا اور سمجھنا ضروری ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا مقام و مرتبہ:

عمل کا تعلق ذات سے ہے۔ جب تک کسی ذات کی پیروی نہ ہو گی۔ اس وقت تک اس پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے۔ کہ کامیابی کا معیار اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نبی کریم ﷺ کے طریقوں کے مطابق پورا کرنا ہے۔ حدیث و سنّت کی بنیاد حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کو جو مقام و مرتبہ عطا کیا اس کی چند جھلکیاں دیکھتے ہیں۔ اس سے حجیت حدیث کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں آپ ﷺ کو "سراج منیر" کا خطاب دیا۔ کہیں آپ ﷺ کو داعیا کا خطاب عطا کیا گیا۔ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ اگر صرف کتاب اللہ ہی حجت ہوتی تو پھر آپ ﷺ کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ کہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد اپنے دین کی سربلندی قرار دیا ہے۔

سورۃ التوبہ اور سورۃ الصف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو بھیجا تاکہ وہ اس دین کو غالب کر دے چاہے مشرکین اسے ناپسند ہی کریں۔

کہیں آپ ﷺ کا تعارف اللہ تعالیٰ نے معلم کی حیثیت سے کرایا ہے اور کہیں آپ ﷺ کو شارح قرآن قرار دیا ہے۔ کہیں آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا عدل وانصاف قائم کرنا ہے اور کہیں آپ ﷺ کی بعثت کا کردار اور مقام ایک قانون ساز ادارے کا ہے۔ مقصد حکومتی نظام کا نفاذ قرار دیا ہے اور اسی طرح بعض جگہ آپ ﷺ کا اس طرح آپ ﷺ کی بعثت کے درج ذیل مقاصد سامنے آتے ہیں۔

۱۔ بحیثیت معلم، ۲۔ بحیثیت مفسر قرآن، ۳۔ بحیثیت قاضی، ۴۔ بحیثیت شارع، ۵۔ بحیثیت فرماں روا

درج ذیل سطور میں آپ ﷺ کی بعثت کے ان مقاصد کا ذرا تفصیل سے خود قرآن پاک کی زبان سے جائزہ لیا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم:

نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معلم بنا کر بھیجا اور اسی مقام و مرتبہ کے لیے حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت دعا کی تھی۔ سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتك و یعلمھم الکتاب والحکمۃ و یزکیھم۔[13] (اے ہمارے رب! اور ان میں ایک رسول بھیج ان میں سے وہ ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک کرے۔)

سورۃ الجمعہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ۔[14] (وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول ان ہی میں سے بھیجا۔ وہ انہیں ان کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)

ان آیات کے ذریعے آپ کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے جو کام لگائے ہیں۔ ان میں تلاوت آیات، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ نفس۔ اگر منکرین حدیث کے اعتراض کو دیکھیں جو کہتے ہیں کہ صرف قرآن مجید حجت ہے۔ تو آپ ﷺ کے ذمہ تلاوت آیات کافی تھے۔ تاکہ آپ ﷺ لوگوں کو پڑھ کر سنادیتے اور بعد میں آنے والے لوگ عربی سیکھ کر قرآن مجید کو پڑھتے تھے اور اس میں جو سمجھ میں آتا اس کے مطابق زندگی گزار لیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تلاوت کتاب کے ساتھ کتاب کی تعلیم کا ذکر کیا، حکمت کی تعلیم کا ذکر کیا اور تزکیہ نفس کا ذکر کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تلاوت قرآن سے ہٹ کر بھی آپ ﷺ کو اللہ نے کچھ خاص علم اور حکمت عطا فرمائی تھی۔ جس کی تعلیم کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے۔ کتاب کی تعلیم سے مراد قرآن مجید کے پوشیدہ رازوں کو لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کرنا، قرآن مجید کی تعلیمات کی عملی شکل لوگوں کے سامنے پیش کرنا، مثلا قرآن مجید میں نماز، زکواۃ، روزہ اور حج وغیرہ کے احکامات ہیں، ان کی واضح شکل موجود نہیں اس کی تفصیل آپ ﷺ کے احکامات اور طریقوں میں ملتی ہے۔

اسی طرح حکمت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ خاص تحفہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کے ساتھ

تعلیم دی اسی طرح آپ ﷺ کو حکمت بھی عطا کی گئی۔ یہ ایک اعلیٰ درجے کی دانشمندی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہ السلام پر خاص انعام واکرام تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جائکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ و التنصرنہ۔[15] (اور جب اللہ نے عہد لیا نبیوں سے کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں۔ پھر تمہارے پاس رسول آئے اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے پاس ہے۔ تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤگے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔)

حکمت کے معنی دانشمندی، عقل وشعور اور فہم وفراست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کو بطور خاص یہ تحفہ عطا فرمایا کہ اس کے ذریعے لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں۔ داعی کی یہ خاص صفت ہوتی ہے کہ وہ دعوت کا کام خالصا حکمت کے تحت کرتا ہے۔ کہ کس سے کب کیا کہنا ہے۔ اور اسی طرح انبیاء علیہ السلام اپنے مقربین کی تربیت کرتے ہیں۔ جو حکمت اللہ نے ان کو دی ہوتی ہے اس سے لوگوں کو روشناس کراتے ہیں اور انہیں حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ بحیثیت مفسر القرآن:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایک مقام ترجمان القرآن کا عطا فرمایا۔ اس سلسلے میں مولانا تقی عثمانیؒ نے آپ ﷺ کے مفسر القرآن کا مقام متعین کیا ہے۔[16]

تفسیر باب تفعیل سے ہے۔ جس کا مطلب ہے کھول کر بیان کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ وﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان کے سامنے کھول کر بیان کریں۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔[17] (ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے۔ تاکہ لوگوں کے واضح کردوں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔)

حضور اقدس ﷺ کی بعثت کا مقصد قرآن مجید کی تفسیر و تشریح ہے۔ قرآن مجید کے اجمالی احکام کی آپ ﷺ نے حدیث کے ذریعے وضاحت کی۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر خالد محمود غازی لکھتے ہیں:

"سنّت اگر نہ ہو تو پھر قرآن پاک کے ان الفاظ کے کوئی معنی متعین نہیں کئے جاسکتے۔ نہ لغت کی مدد سے متعین کئے جاسکتے ہیں نہ کسی اور ذریعے سے۔ قرآن مجید میں سینکڑوں احکامات ایسے ہیں۔ جن کی کوئی تعبیر و تشریح کسی کے لیے ممکن نہیں ہے اگر سنت کی تعبیر و تشریح ہمارے سامنے نہ ہو۔

اسی طرح قرآن پاک کی کچھ آیات میں کچھ الفاظ ہیں۔ جن کے لیے مبہم کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ یعنی اس کی

مراد واضح نہیں ہے۔ سنّت سے ان کی تفسیر ہو جاتی ہے۔ کچھ آیات مجمل ہیں سنّت سے ان کی تفصیل آ جاتی ہے۔ کچھ آیات ہیں جو مطلق اور عمومی انداز میں آتی ہیں۔ سنّت سے ان کی تقیید ہو جاتی ہے۔ کچھ الفاظ ہیں جو قرآن مجید میں عام استعمال ہوئے ہیں۔ سنّت ان کو خاص کر دیتی ہے۔ کہ اس سے خاص مراد ہے اور اس سے باہر نہیں ہے۔ کچھ احکام ہیں جن کی تشریح کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان کو نافذ کیسے کیا جائے گا۔ سنّت سے ان احکام کی تشریح ہوتی ہے[18]۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ترغیب دی ہے کہ مجھ سے احکام سیکھ لیں۔ جیسے آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز ایسے پڑھو جیسے میں پڑھتا ہوں اگر آپ ﷺ کا نمونہ ہمارے سامنے موجود نہ ہو تو ہمارے لیے عمل کرنا ناممکن ہو جائے۔ مناسک حج کی تفصیل کہاں سے ملے گی؟ احرام کہاں سے باندھنا ہے؟ طواف کیسے کرنا ہے؟ زکواۃ کی شرح کیا ہو گی؟ نقدی پر کیا ہو گی اور پھل اور کھیتی پر کیسے زکواۃ ادا کرنی ہے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے روزے کے متعلق حکم دیا۔ ر قرآن مجید میں سفید دھاگے اور سیاہ دھاگے کے مفہوم کو صحابہ کرامؓ سمجھنے سے قاصر رہے۔ اس سلسلے میں متعدد احادیث منقول ہیں۔ دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل حدثنا ابو عوانہ عن حصین بن الشعبی عن عدی قال اخذ عدی عقالا ابیض و عقالا اسود حتی کان بعض اللیل نظر فلم یستبینا فلما اصبح قال یا رسول اللہ جعلت تحت وسادتی قال وسادك اذا لعریض ان کان الخیط الابیض والاسود تحت وسادتك۔[19] (ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، ان سے ابو عوانہ نے حدیث بیان کی، ان سے حصین نے، ان سے شعبی نے عدی بن حاتمؓ کے واسطہ سے، آپ ﷺ نے بیان کیا کہ آپ نے ایک سفید دھاگا اور ایک سیاہ دھاگا لیا (اور سوتے ہوئے اپنے ساتھ رکھ لیا۔) جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو آپ نے اسے دیکھا۔ وہ دونوں نمایاں نہیں ہوئے تھے۔ جب صبح ہوئی تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے تکیے کے نیچے (سفید و سیاہ دھاگے رکھے تھے اور کچھ نہیں ہوا۔) تو آنحضور ﷺ نے اس پر (مزاحا) فرمایا۔ پھر تو تمہارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہو گا۔ کہ (آیت میں مذکور) صبح کا سفید خط اور سیاہ خط اس کے نیچے آ گیا تھا۔)

عن عدی بن حاتم قال قلت یا رسول اللہ ﷺ ما الخیط الابیض من الخیط الاسود اهما الخیطان ۔ قال انك لعریض القفا ان ابصرت الخیطین ۔ ثم قال لا بل ھو سواد اللیل و بیاض النهار ۔[20] (ابن حاتم نے بیان کیا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ الخیط الابیض اور الخیط الاسود سے کیا مراد ہے، کیا ان سے مراد دو دھاگے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہاری کھوپڑی پھر تو بڑی لمبی چوڑی ہو گی۔ اگر تم نے دو دھاگے دیکھے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان

سے مرادرات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے۔)

اس بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سنّت کے بغیر قرآن پاک کو سمجھنا ناممکن ہے۔ قرآن مجید کی عملی تفسیر احادیث سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو احکامات نازل فرماتے رہے۔ حضور اقدس ﷺ اپنے عمل اور قول سے اس کی تشریح توضیح کو ڈھالتے رہے۔ آپ ﷺ ترجمان القرآن ہیں اور تفسیر بیان کرتے رہے اور صحابہ کرامؓ اس کے مطابق اپنی زندگیوں، مفسر قرآن ہیں۔ آپ ﷺ کے عمل کی پیروی کئے بغیر یعنی حدیث کو حجت مانے بغیر زندگی گزارنے کی خواہش گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

نبی کریم ﷺ بحیثیت قاضی:

عدل وانصاف ہر معاشرے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ہمیشہ سے خاص اہتمام کیا۔ انبیاء کی بعثت کا جہاں ایک مقصد لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا تھا۔ اس کے ساتھ ان کے درمیان عدل وانصاف قائم کرنا تھا۔ سورۃ حدید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لقد ارسلنا رسلنا بلبینات و انزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط [21] (تحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا واضح دلائل کے ساتھ اور ہم نے ان کے ساتھ اتاری کتاب اور میزان عدل تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔)

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بینات دیں اور اس کے ساتھ انہیں میزان دیا تاکہ لوگوں کے درمیان عدل قائم کریں۔ عدل کا وہ نظام جو اسلام دیتا ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نظام لانے سے قاصر ہے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بھی خاص احکامات دیئے۔ کہ آپ ﷺ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف قائم کریں اور مسلمانوں کو خاص طور پر آپ ﷺ کے فیصلوں سے روگردانی کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔ اور آپ ﷺ کے فیصلوں کو بلاچوں وچرا اں تسلیم کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اس منصب کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے:

انا ارسلنا الیك الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراك الله۔ [22] (بے شک ہم نے آپ ﷺ کی طرف کتاب نازل کی سچی تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کردیں جو اللہ آپ ﷺ کو دکھادے۔)

وقل اٰمنت بما انزل اللہ من کتاب وامرت لاعدل بینکم۔ [23] (اور کہہ دیجیے میں ایمان لے آیا ہر کتاب جو اللہ نے نازل کی اور مجھے حکم دیا گیا ہے میں تمہارے درمیان انصاف قائم کروں۔)

انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ و رسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا۔[24](مومنوں کی بات اس کے سوا نہیں کہ جب وہ اللہ اور اس رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو وہ کہتے ہیں۔ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔)

ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد نظام عدل کا قیام تھا۔سورۃ حدید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی بعثت کا مقصد عدل وانصاف کو قائم کرنا فرمایاہے۔ سورۃ النساء میں نبی کریم ﷺ کو حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ حق کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔جہاں نبی کریم ﷺ کو عدل کے ساتھ فیصلے کا حکم دیا وہاں مسلمان کی یہ شان بیان فرمائی کہ جب کسی کام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ انہیں بلائیں کہ ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کر دیں تو بڑی خوشی سے حاضر ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کے فیصلوں کو ہر شے کے ساتھ من وعن تسلیم کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ بحیثیت قانون ساز:

آپ ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قانون سازی کی قوت عطا فرمائی تھی اس لیے آپ ﷺ جو بھی حکم دیتے یا جس سے منع فرماتے وہ تمام اللہ تعالیٰ کے قانون ہی کا حصہ تھے۔اس سے متعلق ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں کہ:

"حضور اقدس ﷺ کی ذات کا ایک پہلو یا آپ ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد قانون سازی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون کے اختیار میں سے نبی کریم ﷺ کو بھی قانون سازی (legislative power) عطا کی ہے۔اللہ کی طرف سے امر و نہی اور تحلیل و تحریم صرف وہ ہی نہیں ہے جو قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے۔بلکہ وہ سب بھی ہیں جنہیں حضور ﷺ نے حرام یا حلال قرار دیا ہے۔حضور ﷺ نے جو بھی حکم دیا ہے یا جس سے منع کیا وہ سب اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات میں سے ہے۔اس لیے وہ بھی قانون خداوندی ہی کا حصہ ہے۔"[25]

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیّبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصراھم والاغلال التی کانت علیھم[26] (وہ انہیں حکم دیتا ہے بھلائی کا اور انہیں روکتا ہے برائی سے اور ان کے لیے حلال کرتا ہے پاکیزہ چیزیں اور ان پر حرام کرتا ہے ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان سے بوجھ اور طوق جو ان پر تھے۔)

جس طرح عبادات اور دیگر بہت سی چیزوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جزوی اور اجمالی احکامات بیان کئے ہیں۔ان کی تفصیل حدیث نبوی ﷺ سے ملتی ہے۔اسی طرح حرام وحلال، جائز وناجائز اور امر و نہی کے جہاں جزوی احکامات

قرآن مجید میں ہیں۔ ان کی تفصیل احادیث نبوی وسے ملتی ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہا کم عنه فانتہوا واتقوالله ان الله شدید العقاب۔[27] (اور جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ جس طرح قرآن اہمیت کا حامل ہے اور اس پر انسان کی دونوں زندگیاں یعنی دنیاوی اور آخرت کی وابستگی ہے، اسی طرح حدیث مبارکہ یا سنّت نبوی ﷺ کی پیروی کرنا بھی اہمیت کا حامل ہے اگر انسان قرآنی احکامات پر عمل کرے گا اور سنت کے مطابق زندگی گزارے گا تو ایسا شخص دنیاو آخرت دونوں میں فلاح پائے گا۔ اللہ تعالیٰ خود نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں کہتے بلکہ وہ تو اس کی پیروی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ گویا حدیث مبارکہ بھی قرآن مجید کی طرح اہمیت کی حامل ہے۔

حضور اقدس ﷺ بحیثیت فرماں روا:

مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ نے ایک اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی اور ایک حکومت قائم کی۔ جس کے فرماں روا آپ ﷺ خود تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق آپ ﷺ نے لوگوں کے لیے ایک نظام حکومت قائم کیا۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایک حکمراں کے اختیارات عطا کئے اور آپ ﷺ کے احکامات کی پیروی کو مسلمانوں کے لیے لازمی قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ ﷺ کے اس اختیار کے متعلق ارشاد فرمایا:

یا ایہا الذین اٰمنوا اطیعواالله و اطیعو الرسول ولا تبطلوا اعمالکم۔[28] (اے مومنو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔)

دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی الله و رسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم و من یعص الله و رسوله فقد ضل ضلالا مبینا۔[29] (اور نہیں ہے کسی مومن مرد اور نہ کسی مومنہ عورت کے لیے کہ جب فیصلہ کر دیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی کام کا کہ ان کے لیے ان کے کام میں کوئی اختیار باقی نہ ہو اور جو کوئی نافرمانی کرے گا اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی تو البتہ وہ صریح گمراہی میں جا پڑا۔)

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ لازم قرار دیا ہے اور آپ ﷺ کی اطاعت نہ کرنے والوں کو ان کے اعمال کے غارت ہونے کی وعید سنائی ہے۔

اور دوسری جگہ بتایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کسی کام کے معاملے میں کوئی فیصلہ کر لیں تو پھر اہل ایمان کو اس کے آگے اپنی رائے دینے یا اس کے خلاف کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی کرے گا تو وہ گمراہ ہو جائے گا۔ وہ راستے سے بھٹک جائے گا۔ اور اس کے مقدر میں ذلت ورسوائی ہو گی۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ نے اپنے آقا نبی کریم ﷺ کی زندگی کے ایک ایک گوشے کو محفوظ کرنا شروع کر دیا تھا۔ گویا کہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کے احکامات کی پیروی کرنے سے ہی کامیابی ملے گی۔ اور آپ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کرنے والے کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا ایها الذین اٰمنوا اطیعواالله و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ۔[30] (اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور ان کی جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں۔ پھر اگر تم جھگڑ پڑو کسی بات میں تو اس کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لاؤ۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ اور یوم آخرت پر۔)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کی اطاعت کو لازمی قرار دیا ہے اور کسی قسم کے تنازعے کی صورت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت دی ہے۔

آپ ﷺ کو حکومت یا اقتدار اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے عطا فرمایا اور یہ اختیار بھی دیگر مقاصد کی طرح کلمۃ اللہ کی سربلندی اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے نفاذ کے لیے تھا۔

آپ ﷺ نے یہ منصب خالصتا اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق پورا کیا اور ایک مثالی معاشرے کی تشکیل کی۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو لوگوں کی زندگیوں میں نافذ کیا۔ یہ مقصد آپ ﷺ کا لوگوں کے درمیان رہ کر ہی پورا ہو سکتا تھا۔ آپ ﷺ کی بعثت کے مندرجہ بالا مقاصد کا اگر جائزہ لیں تو یہ بات پوری واضح ہو جائے گی کہ آپ ﷺ کی سنّت کے بغیر قرآن پاک کو سمجھنا مشکل ہے۔ ایک مکمل اسلامی نظام اور مثالی معاشرے کی تشکیل کے لیے حضور نبی کریم ﷺ کی احادیث کو نہ صرف سمجھنا بلکہ اپنانا، اسے حجت تسلیم کرنا اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنا از حد ضروری ہے۔

سنّت کے بغیر زندگی کیسے گزرے گی؟

اسلامی طرز زندگی سنّت کی پیروی کے بغیر ناممکن ہے۔ منکرین حدیث جو حدیث کا انکار کر کے صرف قرآن مجید کو حجت قرار دیتے ہیں۔ ان منکرین حدیث کے متعلق غلام احمد حریری علوم الحدیث کے حرف آغاز میں لکھتے ہیں:

"دور حاضر میں فواحش و منکرات کی جو فراوانی ہے۔ اگر حدیث نبوی ﷺ کو نظر انداز کر دیا جائے تو قرآن سے ان کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ حدیث نبوی ﷺ کو نظر انداز کر کے زکواۃ کو ٹیکس بھی کہا جا سکتا ہے اور مشینی ذبیحہ کی حلت کا فتویٰ بھی صادر کیا جا سکتا ہے۔ یہ "متجددین" اپنی پرائیویٹ زندگی میں جس لاابالیانہ اور مسرفانہ طرز زیست کے عادی ہیں۔ حدیث اس کی اجازت نہیں دیتی۔ اس لیے وہ اپنی راہ ہموار کرنے کے لیے حدیث نبوی ﷺ کے خلاف ہیں اور اس کی اہمیت کو گھٹانے پر تلے ہوئے ہیں لیکن اس طرح کے لوگ کوشش کر کے بھی مسلمان کے دل سے حدیث کی وقعت کو کم نہیں کر سکتے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کی اپنی عزت و وقعت اہل اسلام کے دلوں سے جاتی رہی ہے۔"[31]

حضرت علیؓ کے دور خلافت میں جب تدوین حدیث کی اجازت ملی تو صحابیت اور حدیث کے دشمنوں نے بڑی تعداد میں جھوٹی حدیثیں وضع کرنا شروع کر دیں۔ اور موضوع احادیث ایک وبا کی صورت میں معاشرے میں پھیل گئیں۔ تو اس کے سدباب کے لیے حضرت علیؓ نے اس سلسلے میں سختی کا برتاؤ شروع کر دیا۔ موضوع حدیث کے بانی عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کو قتل کروا دیا۔ ایک طرف ان وضع حدیث کرنے والوں کے خلاف کاروائی ہو رہی تھی۔ اس دوران ایک دوسرے فتنے نے جنم لیا۔ وضع حدیث کے علاج کے طور پر منکرین حدیث اور صحابیات کے دشمنوں نے ایک نیا پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ حدیث پر عمل درآمد ہی ترک کر دیا جائے۔ یعنی تدوین حدیث کے باب کو بند کرنے کی سازشیں شروع ہو گئیں۔ اس بارے میں حضرت عمرانؓ بن حصین کی روایت کے متعلق مولانا سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

حضرت عمرانؓ بن حصین نے فتنے کے متعلق فرمایا کہ حدیثوں سے الگ دینی زندگی گزارنے کی شکل ہی کیا ہو گی۔ صرف قرآن سے کوئی اگر چاہے کہ نمازوں کی تعداد کتنی ہے؟، اس کے اوقات کیا کیا ہیں؟ ہر نماز میں کتنی رکعتیں، کتنے رکوع کتنے سجدے وغیرہ ہونے چاہیں؟ ان سوالات کے جواب حاصل کرے تو قطعا اس کو ناکام واپس ہونا پڑے گا۔ اور ، صرف نماز ہی نہیں۔ حضرت عمرانؓ بن حصین روزہ، زکواۃ وغیرہ کے سارے ارکان کے عناصر و اجزاء کا تذکرہ کر کے پوچھتے جاتے تھے۔ کہ ان باتوں کو کہاں پاؤ گے؟ پھر ان لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے جنھوں نے

ارادہ کیا تھا کہ آئندہ کسی سے ہم حدیث سنیں گے اور نہ ان سنی ہوئی حدیثوں کو قبول کریں گے۔ حضرت عمرانؓ بن حصین نے بلند آواز میں گرجتے ہوئے فرمایا: "ہم لوگوں (یعنی رسول اللہ ﷺ کے صحابیوں) سے دین کو لو! قسم ہے اللہ کی اگر تم نے یہ نہیں کیا تو راہ کھو بیٹھو گے۔"[32]

جو لوگ سنّت کو چھوڑ کر صرف کتاب اللہ یعنی قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے کی بات کرتے ہیں وہ دراصل عمل سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتے ہیں اور اپنے لیے تن آسانی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ پروفیسر غلام احمد حریری علوم الحدیث کے حرف آغاز میں لکھتے ہیں:

"دین اسلام کو ایک کامل ضابطہ حیات کی حیثیت سے سمجھنے اور اپنانے کے لیے کتاب وسنّت کی طرف رجوع کرنا از بس ضروری ہے۔ یہ وہ چشمہ صافی ہے۔ جس سے اسلامی تعلیمات اور دینی احکام ومسائل کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ کتاب الٰہی مجموعہ قوانین ہے اور اسلامی طرز زندگی کے اصول و قواعد کی جامع ہے۔ حدیث نبوی ﷺ اس کے اجمال کی تفصیل اور ابہام کی توضیح پیش کرتے ہیں۔ خود قرآن نے اس حقیقت کو الم نشرح کیا ہے کہ آنحضور ﷺ قرآن حکیم کے شارح و ترجمان ہیں۔ لہٰذا قرآن کی وہی توضیح و تفسیر قابل وثوق واعتماد ہے۔ جو آپ ﷺ سے منقول ہے۔ اگر حدیث نبوی ﷺ کو قرآن پاک سے الگ کر دیا جائے تو قرآن ضابطہ حیات کرنے سے قاصر ہے اور کوئی شخص اس کی روشنی میں اپنے لیے ایک نظام زندگی مرتب نہیں کر سکے گا۔ توضیحات نبوی ﷺ کو قرآن سے الگ کرنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہر کس وناکس کلام ربانیہ کو اپنی خواہشات کے سانچے میں ڈھال سکے گا۔ مقام افسوس ہے کہ کچھ لوگ اس سعی وجدوجہد میں مصروف ہیں کہ حدیث نبوی ﷺ کی حجیت سے انکار کر کے صرف قرآن کریم کو مخزن احکام دین قرار دیں۔ اور اس طرح بہت سے دینی ارکان واحکام سے چھٹی حاصل کر لیں جن کا اثبات حدیث نبوی ﷺ سے ہوتا ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کی جدید تعبیر اس انداز میں کی جائے کہ ان کے لیے "منکرات فواحش کے دروازے چوپٹ کھل جائیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے لیے ممنوع نہ رہے۔"[33]

حضور اقدس ﷺ کی ذات قابل تقلید:

قرآن مجید کی زبان سے حضور اقدس ﷺ کے مقام و مرتبے کا تعین ہو چکا ہے۔ علماء کے دلائل پیش کئے گئے۔ اس بحث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آپ ﷺ کو ہی اللہ تعالیٰ نے فرماں روا بنایا، شرعی وتشریحی اختیارات دیئے اور قانون سازی کا اختیار عطا کیا تو پھر اب اطاعت نہ کرنے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے۔ اور پھر اس کے متعلق بھی کسی

فرد کی ذاتی رائے یا اختیار کا عمل دخل نہیں ہے۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی فرض کئے گئے احکامات ہیں۔ جن کی بجا آوری دراصل آپ ﷺ کی تقلید کی وجہ بنتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔[34] (کہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔)

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت حضور اقدس ﷺ کی اطاعت کو قرار دیا ہے پس جو کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو اسے چاہیے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی اطاعت کرے۔ آپ ﷺ کا عمل ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنة لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر۔[35] (یقیناً تمہارے لیے ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ میں ایک بہترین نمونہ اس شخص کے لیے جو اللہ اور روز آخرت پر امید رکھتا ہو۔)

اگر اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور یوم آخرت کی کامیابی درکار ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت نہ کی جائے۔ اگر خواہش ہو کہ اللہ تعالیٰ کا قرب مل جائے، اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو جائے اور آخرت کی کامیابی مل جائے تو اس کے لیے وہی طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔ جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا۔ یعنی حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنانا ہو گا۔ آپ ﷺ کے طریقوں کی پیروی کرنا ہو گی۔

حوالہ جات:

[1] القرآن۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۸۵

[2] ایضاً۔ سورۃ الاحزاب آیت ۷۱

[3] محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، لاہور: بیکن بکس، ۲۰۰۵، ص ۴۷

[4] سید محمد مرتضیٰ زبیدی، الحسینی، تاج العروس، الکویت: مطبوعہ حکومت، ۱۴۲۲ھ، ج ۵، ص ۲۰۸-۲۰۹

[5] خلیل الرحمٰن چشتی، قواعد زبان قرآن، اسلام آباد: الفوز اکیڈمی، ۲۰۰۲، ج ۲، ص ۲۷

[6] وحید الزمان کیرانوی، قاسمی، القاموس الوحید، کراچی: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۱، ص ۳۱۷

[7] حسین بن محمد دامغانی، قاموس القرآن للفقیۃ المفسر الجامع الحسین بن محمد الدامغانی، بیروت : دارالعلم للملایین، ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۹-۱۲۰

[8] خالد علوی، حفاظت حدیث، لاہور: فیصل ناشران، ۲۰۱۲، ص ۳۶

[9] وحید الزمان کیرانوی، القاموس الوحید، ص ۸۱۲

[10] القرآن۔ سورۃ الفتح آیت ۲۳

[11] امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن، (ترجمہ: شیخ الحدیث محمد عبدہ فیروزپوری) لاہور: شیخ شمس الحق، (س،ن)، ج ۱، ص ۵۳۱-۵۳۲

[12] محمود احمد غازی، محاضرات قرآنی، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۱۰، ص ۲۳-۲۴

[13] القرآن۔ سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۷

[14] ایضاً۔ سورۃ الجمعہ آیت ۲

[15] القرآن۔ سورہ آل عمران آیت ۸۱

[16] مفتی محمد تقی عثمانی، حجیت حدیث، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۱، ص ۶۱

[17] القرآن۔ سورۃ النحل آیت ۴۴

[18] خالد محمود غازی، محاضرات قرآنی، بحوالہ بالا، ص ۱۲۱

[19] البخاری، باب التفسیر، حدیث نمبر ۱۶۲۴

[20] ایضاً، حدیث نمبر ۱۶۲۵

[21] القرآن۔ سورۃ الحدید آیت ۲۵

[22] ایضاً۔ سورۃ النساء آیت ۱۰۷

[23] ایضاً۔ سورۃ الشوریٰ آیت ۱۵

[24] ایضاً۔ سورہ النور آیت ۵۱

[25] خالد علوی، حفاظت، ص ۶۷

[26] القرآن۔ سورۃ الاعراف آیت ۱۵۷

[27] ایضاً۔ سورۃ الحشر آیت ۷

[28] ایضاً۔ سورۃ محمد آیت ۳۳

[29] ایضاً۔ سورۃ الاعراف آیت ۳۶

[30] ایضاً۔ سورہ النساء آیت ۵۹

[31] غلام احمد حریری، مترجم علوم الحدیث، فیصل آباد : ملک سنز، ۲۰۰۹، ص ۱۶

[32]سید مناظر احسن گیلانی، تدوین حدیث، لاہور: مکتبہ العلم، س۔ن، ص ۵۸۴

[33]غلام احمد حریری، علوم الحدیث، ص ۱۶

[34]القرآن۔ سورہ آل عمران آیت ۳۱

[35]ایضاً۔ سورۃ الاحزاب آیت ۲۱